جناب سیف الرحمٰن الفلاح

قسط نمبر (۵)

استمداد لغیر اللہ پر تحقیقی نظر!

شبہ نمبر ۴

حدیث اعمیٰ اور "یا عباد اللہ" سے استدلال:

عراقی نے ابن مسعودؓ کی روایت، جو طبرانی میں مذکور ہے، سے استدلال پکڑا ہے کہ غیر اللہ سے استعانت حاصل کرنا جائز ہے۔ وہ روایت یوں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی کی سواری بھاگ جائے تو وہ یوں دعا کرے:

"یا عباد اللہ احبسوا" اے اللہ کے بندو اسے روک لو"

مزید برآں اس نے حدیث اعمیٰ سے استدلال پکڑا ہے۔

شبہ نمبر ۴ کا جواب

صحابہ کرامؓ کا طرزِ عمل:

سبحان اللہ۔ مشرک لوگ اس حدیث سے اور اس جیسی دیگر احادیث سے قطعی دلائل کے خلاف کیسے حجت پکڑتے ہیں! یہ قطعی دلائل اس ذات کی کلام سے ہیں جو جب کسی شے کو کہتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام میں سے ہیں جو صادق اور امین ہیں۔

ہم اللہ کی مدد اور قوت سے دونوں حدیثوں پر بات چیت کرتے ہیں۔ اور ان کا مفہوم اور مطلب واضح کرتے ہیں اور ہر مشرک کے شور و غوغا اور جھگڑا کو ختم کرتے ہیں اور اس کی پوری پوری تردید کرتے ہیں۔ ہم اللہ کی توفیق سے بیان کرتے ہیں۔ آپ اس بات کو خوب جان لیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو توحید کی دعوت دینے اور اللہ کا شریک بنانے سے روکنے کی غرض سے مبعوث فرمایا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توحید کی پرزور حمایت کی اور شرک کے تمام اسباب کا خاتمہ کیا۔ یہاں تک کہ ایک شخص نے کہا "جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں"۔ آپ نے اسے ڈانٹتے

ہوئے فرمایا:

"أجعلتني لله ندا بل ماشاء الله وحده" "کیا تو نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا؟ بلکہ یوں کہو "جو اللہ اکیلا چاہے"۔"

جب معمولی معمولی باتوں سے جن سے شرک کی بو آتی ہے یا شرک کا ذریعہ بنتی ہیں۔ آپ نے منع فرمایا ہے تو میت اور غائب شخص کو مدد کے لیے پکارنے کا حکم کیسے دے سکتے ہیں؛ بلکہ یہ بات ضرور معلوم ہونی چاہیے کہ مُردے اور غائب شخص کو پکارنے کا حکم نہ اللہ نے دیا نہ اس کے رسولؐ نے، نہ کسی صحابیؓ نے، نہ تابعی نے ایسا کام کیا اور نہ مسلمانوں کے ائمہ میں سے کسی نے ایسا کام کیا۔ مزید برآں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد کسی صحابیؓ نے آپ سے ایسی فریاد نہیں کی۔ اگر یہ کام جائز یا مشروع ہوتا تو وہ ضرور کرتے اگر یہ کام بھلائی کا ہوتا تو وہ ہم سے سبقت لے جاتے۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی قبریں بہت شہروں میں موجود تھیں لیکن کسی نے صاحبِ قبر سے استغاثہ یا فریاد نہیں کی اور نہ اس سے مدد مانگی۔ یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیے کہ ایسی احادیث کو نقل کرنے کے اسباب اور ذرائع وافر تھے۔ چنانچہ اس سے کم درجہ کی معمولی احادیث بھی نقل کی گئیں۔

تو مُردوں اور غائب لوگوں کو مدد کے لیے پکارنا، اُن کی قبروں کے پاس جاکر دعائیں کرنا اور اہلِ قبور کو وسیلہ بنانا۔ . . . . اگر یہ امور افضل ہیں تو صحابہؓ کرام سے کیوں مخفی رہے۔ صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین میں سے کسی کو اس کا علم ہوا نہ کسی نے اُن پر عمل کیا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پہلی تین صدیوں کے علماء اور فضلاء اس افضل اور بہتر کام سے ناواقف ہوں اور اُن کو اس کا علم نہ ہو اور نہ وہ اس پر عمل کریں لیکن ان کے بعد میں آنے والے اس کو جان لیں اور اُس پر عمل کریں۔ یہ دونوں حدیثیں جو عراقی نے ذکر کی ہیں صحابہ کرامؓ جنھوں نے اِن دونوں حدیثوں کو بیان کیا اور نبی پاکؐ سے سُنا، ان کے معانی سے ناواقف ہوں گے؛ اور آن کے بعد میں آنے والے اس کے مفہوم اور معنی سے واقف ہوں گے یا صحابہ اُن دونوں حدیثوں کے مفہوم اور معانی سے واقف ہوں گے لیکن ان دونوں حدیثوں پر عمل کرنے سے بے رغبتی اختیار کی؛ حالانکہ آن کو نیکی کا بہت شوق تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں سب سے پیش پیش تھے۔ لیکن یہ دونوں باتیں ناممکنات سے ہیں۔ وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلام کو سب سے زیادہ جانتے تھے۔ آپ کے احکام کی پیروی کرنے میں سب سے زیادہ مطیع اور فرمانبردار تھے اور نیکی کے کاموں میں سب سے زیادہ شوق اور دلچسپی رکھتے تھے۔ یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتِ مطہرہ کو ہم تک پہنچایا۔ کیا انھوں نے اِن دونوں حدیثوں سے مُردوں اور غائب شخص کو مدد کے لیے پکارنے

کے جواز میں دلیل پکڑی۔ چہ جائیکہ وہ اسے مستحب تصوّر کرتے اور اس کا حکم دیتے ؟ یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ مصائب اور شدائد اُن پر بھی نازل ہوتی تھیں۔ اُن کے امتحانات اور آزمائشیں بھی ہوتی تھیں۔ وہ قحط اور خشک سالی میں بھی مبتلا ہوتے تھے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے مواقع پر وہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس شکایت لے کر کیوں نہ گئے ؟ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان مصائب سے رہائی کی خاطر کیوں نہ پکارا ؟ حالانکہ لاچار اور مضطر آدمی اضطراری حالت میں ہر سہارا اور سبب تلاش کرتا ہے اور جس کے متعلق اسے معلوم ہو کہ یہ اُس کے لئے نفع بخش اور مفید ہے اُس سہارا اور سبب کو ضرور اپناتا ہے۔ خصوصًا جبکہ دُعا کا معاملہ ہو۔ اگر یہ وسیلہ مشروع ہوتا اور نیک عمل ہوتا تو صحابہ کرامؓ اسے ضرور کرتے۔ تو اہلِ قبور کے معاملہ میں ہمارے ہادی اکبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سنّتِ مطہرہ، خلفائے راشدینؓ کی سنّت ہمارے سامنے ہے۔ اور تمام صحابہ کرامؓ اور تابعین کا طریقہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ کیا کوئی شخص اس مسئلہ میں اُن سے کوئی صحیح یا حسن یا ضعیف حدیث پیش کر سکتا ہے کہ جب اُن کو کوئی حاجت پیش آتی یا کسی مصیبت کے پنجہ میں گرفتار ہوتے تو اہلِ قبور کے پاس جاتے۔ وہاں پر دعائیں کرتے اور اُن کی قبروں کو مسح کرتے تھے، چہ جائیکہ وہ اُن سے اپنی حاجت براری کا سوال کرتے ؟ جس شخص کے پاس اس کے متعلق کوئی حدیث ہو یا کچھ علم ہو تو وہ ہمیں بتلائے اور آگاہ کرے۔ ہاں البتہ قرونِ ثلاثہ کے بعد میں آنے والے لوگوں سے ایسی حکایات پیش کر سکتے ہیں۔ جن کا یہ حال ہے کہ وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جن پر خود عمل نہیں کرتے۔ اور ایسے کام کرتے ہیں جن کا اُن کو حکم نہیں ہوا۔ علاوہ ازیں بے شمار مصنوعی اور فرضی امور اور جھوٹی حکایات بیان کر سکتے ہیں۔ چنانچہ بعض لوگوں نے اس مسئلہ پر کچھ کتابیں لکھی ہیں جن میں کوئی ایک حدیث ایسی نہیں جو صحت کے ساتھ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سے ثابت ہو۔ اس میں جھوٹی اور اختراعی حدیثیں ہیں۔ مثلاً :

"اذا اعیتکم الامور فعلیکم باصحاب القبور" 　　"جب تمہارا کوئی کام نہ ہوتا ہو تو اہلِ قبور سے مدد طلب کرو۔"

نیز یہ حدیث بیان کرتے ہیں :

"لو احسن احدکم ظنہ بحجر لنفعہ" 　　"اگر تم میں کوئی پتھر کے ساتھ حُسنِ ظن رکھے تو اُسے اُس سے ضرور نفع حاصل ہوگا۔"

اس سلسلہ میں وہ اہلِ قبور کے متعلق کچھ جھوٹی اور مصنوعی حکایات بیان کرتے ہیں۔ مثلاً فلاں شخص کسی مصیبت میں گرفتار تھا۔ وہ فلاں قبر والے کے پاس فریاد رسی کی درخواست لے کر گیا۔ چنانچہ اُسے اُس

مصیبت سے رہائی حاصل ہوگئی۔ فلاں شخص نے اپنی حاجت کی خاطر صاحب قبر کو پکارا یا اس کے واسطہ سے اللہ کو پکارا تو اس کی حاجت پوری ہوگئی۔ فلاں آدمی پر بیماری کا حملہ ہوا تو اس نے قبر کے پاس آکر پکارا تو اس کی بیماری رفع ہوگئی۔ وغیرہ۔

یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ ایسی باتیں اس امر کے خلاف ہیں جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توحید کی پرزور حمایت کی اور شرک کے تمام اسباب و ذرائع کی بیخ کنی کی بھرپور کوشش فرمائی۔ تو جس بات کا آپؐ نے لوگوں کو حکم دیا۔ آپؐ کے کلام سے اس کے خلاف کیسے استدلال پکڑا جا سکتا ہے؟

حدیث "انفلتت" کا جواب:

اب حدیث "اذا انفلتت دابۃ احدکم الی آخرہ" کا جواب سنیے:

۱۔ یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہرگز ثابت نہیں۔ کیونکہ اس میں ایک راوی معروف بن حسان ہے جو منکر الحدیث ہے۔ چنانچہ ابن عدی نے ایسے ہی کہا ہے۔

۲۔ بالفرض اس حدیث کو ہم صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ اس صورت میں اس کا معنی اور مفہوم یہ ہوگا کہ جب کسی کی سواری بھاگ جائے اور وہ اسے تلاش کرنے سے عاجز آجائے تو اللہ کے کچھ نیک بندے فرشتے، جن اور انسان یا ان لوگوں میں سے جنھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، مقرر کئے ہوئے ہیں جیسے ارشادِ ربانی ہے:

"وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ" (المدثر)	"تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا"

تو یہ اللہ کے نیک بندے زندہ اور حاضر ہوتے ہیں۔ اللہ نے ان کو اس امر پر قدرت بخشی ہے۔ تو اس کی مثال ایسے ہے جیسے جب کسی کا چوپایہ بھاگ جاتا ہے تو وہ ایسے ساتھی کو مدد کے لیے پکارتا ہے اور کہتا ہے۔ اے فلاں! میرا چوپایہ واپس کردو۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جو حدیث بزار نے ابن علی کی روایت سے بیان کی ہے۔ وہ اس معنے پر دلالت کرتی ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اِنَّ لِلّٰہِ ملائکۃ فی الارض سوی الحفظۃ یکتبون ماسقط من ورق فاذا اصاب احدکم شیئ بارض فلاۃ	"کراماً کاتبین کے علاوہ کچھ اور فرشتے زمین میں گھومتے پھرتے ہیں۔ پتے وغیرہ جو گرتے وہ لکھتے ہیں۔ جب تمھیں کسی چٹیل میدان میں

فلیناد اعینونی " کوئی ضرورت پیش آئے تو اُن کو پکارو "میری مدد کرو"

تو اس سے اہلِ قبور سے استغاثہ اور مدد طلب کرنے کا استدلال کیسے کیا جا سکتا ہے، کاش! یہ عقل کے اندھے کچھ سمجھتے!

حدیث اعمیٰ کا جواب :

اللہ کی مدد اور توفیق سے ہم اس کا صحیح جواب دیں گے۔ اس سے حق واضح ہو جائے گا۔ اور شکوک وشبہات کے دبیز پردے دُور ہو جائیں گے۔

علماء نے اس کے معنی دو طرح بیان کئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ:

اُس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو وسیلہ پکڑا ہے۔ جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ جائز ہے۔ لیکن اس توسل میں پکارا نہیں گیا، اور نہ اس سے فریاد رسی کی درخواست کی گئی ہے۔ یہ تو صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جاہ اور ذات کو وسیلہ بنا کر اللہ سے سوال کیا گیا ہے۔ اس معنی کو فقیہ ابو محمد بن عبدالسلام نے بیان کیا ہے۔ کیونکہ انھوں نے ذکر کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے بغیر کسی کا توسل جائز نہیں۔ لیکن حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کا توسل جائز قرار دیا ہے۔ بشرطیکہ یہ اعمیٰ والی حدیث صحیح ہو:

(جاری ہے)